# فسادِ زمانہ اور عمومی بلویٰ

مولانا مجیب اللہ ندوی

(۲)

ان بنیادی ضرورتوں کے ساتھ دو طرح کی اور ضرورتیں ہیں، جن کی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے، ان کا نام امام شاطبی نے حاجیات اور تحسینیات رکھا ہے، ان دونوں کی دین میں کیا حیثیت ہے، اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

واما الحاجيات فمعناها أنها مفتقر إليها من حيث التوسعة ورفع الضيق المؤدي في الغالب والى الحرج والمشقة بفوت المطلوب فاذا لم تراع دخل على المكلفين على الجملة الحرج والمشقة ولكنه لا يبلغ مبلغ الفساد العادي المتوقع في المصالح العامة وهي جارية في العبادات والعادات والمعاملات والجنايات ففي العبادات كالرخص المخففة بالنسبة الى لحوق المشقة بالمرض والسفر وفي العادات كاباحة الصيد والتمتع بالطيبات مما هو حلال مأكلا ومشربا وملبسا ومسكنا ومركبا وما اشبه ذالك وفي المعاملات كالقراض والمساقاة والسلم والغاء التوابع في العقد على المتبوعات كثمرة الشجر ومال العبد

واما التحسينات فمعناها الأخذ بما يليق من محاسن العادات وتجنب الاحوال المدنسات التي تأنفها العقول الراجحات ويجمع ذالك قسم مكارم الاخلاق وهي جارية فيما جرت فيه الاوليات ففي العبادات كازالة النجاسة وبالجملة الطهارات كلها وستر العورة واخذ الزينة والتقرب بنوافل الخيرات من الصدقات والقربات واشباه ذالك

وفی العادات کآداب الاکل والشرب ومجانبة الماکل النجسة والمشارب المستخبثات والاسراف والاقتتار فی المتناولات وفی المعاملات کالمنع من بیع النجاسات وفضل الماء والکلأ وسلب العبد منصب الشهادة والامامة وسلب المرأة منصب الامامة وفی الجنایات کمنع قتل الحر بالعبد او قتل النساء والصبیان والرهبان فی الجهاد۔

اور حاجیات سے مراد وہ امور ہیں جن کی ضرورت زندگی میں سہولت پیدا کرنے اور ایسی تنگی کے دفع کرنے میں پڑتی ہے جن کی وجہ سے عموماً مشقت وتکلیف پیدا ہو جاتی ہے اگر ان کی رعائت نہ کی جائے تو زندگی سراسر تکلیف ومشقت سے پر ہو جائے گو ان سے فساد عام نہ پیدا ہو، یہ عبادات، عادات، معاملات اور جنایات تمام ہی شعبوں میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے عبادات میں مرض اور سفر کی وقتوں سے بچانے کے لئے کچھ رخصتیں دی گئی ہیں، عادات میں جیسے شکار کی اباحت یا پاکیزہ حلال چیزوں کا کھانے پینے اور کپڑے، سواری میں استعمال وغیرہ اسی طرح معاملات میں مضاربت مساقات بیع سلم، یا تابع کی بیع کو متبوع کے تحت لانا، مثلاً، درخت کے ساتھ پھل کی بیع یا غلام کا مال وغیرہ، اسی طرح جنایات میں قسامت پیشہ وروں پر تاوان وغیرہ لگانا۔

اور تحسینیات کا مقصد ان چیزوں کا استعمال ہے جو عادات انسانی میں حسن پیدا کرتی ہیں یا ایسی چیزوں سے بچنا جن سے عقل سلیم ابا کرتی ہے یہ مکارم اخلاق کی ایک قسم ہے اس کا تعلق بھی پہلی دونوں قسموں کی طرح احکام اسلامی کے تمام ہی شعبوں سے ہے، عبادات میں جیسے ازالۂ نجاست تمام طہارتیں، ستر عورت اخذ زینت، نوافل کے ذریعہ تقرب وغیرہ عادات جیسے کھانے پینے کے آداب کھانے پینے میں ناپاک اور گندی چیزوں سے پرہیز اخراجات میں اسراف اور بخل سے گریز وغیرہ معاملات میں جیسے ناپاک چیزوں کی بیع سے روکنا ضرورت سے زیادہ پانی اور گھاس کا روکنا یا غلام اور عورت کی شہادت اور امامت سے محرومی وغیرہ۔ اسی طرح جنایات مثلاً غلام کے بدلے آزاد کے قتل سے روکنا، یا جہاد میں عورتوں، بچوں اور راہبوں کے قتل سے منع کرنا، وغیرہ۔

ان تینوں طرح کے احکام کی حیثیت ایک دوسرے کے معاون اور مکمل کی ہے۔

ومن امثلة هذه المسئلة ان الحاجيات كالتتمة للضروريات وكذالك التحسينيات فان الضروريات هى اصل المصالح (ص ۶ ج ۲)

اس مسئلہ میں جو مثالیں دی گئی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حاجیات کی حیثیت ضروریات کے لئے تتمہ کی ہے۔ اسی طرح تحسینیات کی حیثیت حاجیات کے تکملہ کی ہے، اس لئے کہ ضروریات ہی پر دراصل مصالح شریعت کا مدار ہے،

نفاذ احکام میں ان تینوں کا لحاظ کس ترتیب سے کیا جائیگا، اور کس کو اس وقت مقدم اور کس کو موخر رکھا جائے گا اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

كل تكملة فلها من حيث هى تكملة شرط وهو ان لا يعود اعتبارها على الاصل بالابطال وذالك ان كل تكملة يفضى اعتبارها الى رفض اصلها فلا يصح اشتراطها عند ذالك لوجهين احدهما ان فى ابطال الاصل ابطال التكملة لان التكملة مع ما كملته كالصفة مع الموصوف فاذا كان اعتبار الصفة يؤدى الى ارتفاع الموصوف لزم من ذالك ارتفاع الصفة ايضاً فاعتبار هذه التكملة على هذا الوجه مؤد الى عدم اعتبارها وهذا محال والثانى انا لو قدرنا تقديرا ان المصلحة التكميلية تحصل مع فوات المصلحة الاصلية لكان حصول الاصلية اولى لما بينهما من التفاوت وبيان ذالك ان حفظ المهجة مهم كلى وحفظ المروات مستحسن فحرمت النجاسات حفظا للمروآت واجراء لاهلها على محاسن العادات فان دعت الضرورة الى احياء المهجة بتناول النجس كان تناوله اولى وكذالك اصل البيع ضرورى ومنع الغرر والجهالة مكمل فلو اشترط نفى الغرر جملة لا نحسم باب البيع كذالك والاجارة ضرورية او حاجية واشتراط حضور العوضين فى المعاوضات من باب التكميلات ولما كان ذالك ممكنا فى بيع الاعيان من غير عسر منع من بيع المعدوم الا فى السلم وذالك فى الاجارات ممتنع فاشتراط وجود المنافع فيها وحضورها يسد باب المعاملة بها والاجارة محتاج اليها فجازت وان لم

بعض العوض او لم یوجد مثله جاز فی الاطلاع علی العورات للمباضعة والمداواة وغیرهما وکذالك الجهاد مع ولاة الجور قال العلماء بجوازه قال مالك لو ترك ذالك لکان ضررا علی المسلمین فالجهاد ضروری والوالی فیه ضروری والعدالة فیه مکملة للضرورة والمکمل اذا عاد للاصل بالابطال لم یعتبر ولذالك جاء الامر بالجهاد مع ولاة الجور عن النبی صلی الله علیه وسلم وکذالك ما جاء من الامر بالصلوٰة خلف الولاة السوء فان فی ترك ذالك ترك سنة الجماعة والجماعة من شعائر الدین المطلوبة والعدالة مکملة لذالك المطلوب ولا یبطل الاصل بالتکملة ومنه اتمام الارکان فی الصلوٰة مکمل لضرورتها فاذا ادی طلبه الی ان لا تصلی کالمریض غیر القادر سقط المکمل او کان فی اتمامها حرج ارتفع الحرج عمن لم یکمل وصلی علی حسب ما اوسعته الرخصة

تمام تکمیلی احکام کے تکمیل کی شرط یہ ہے کہ وہ اصل کو باطل نہ کردیں، ایسا اس لئے ہے کہ جو تکمیلی امور اصل کو معطل کردینے والے ہوں تو دو وجہوں سے ان کا مشروط ہونا صحیح نہیں ہوگا، ایک یہ کہ اصل کے ابطال سے خود تکملہ بھی باطل ہو جائیگا، اس لئے کہ اس کی حیثیت صفت موصوف کی ہے، یعنی ضروریات موصوف ہیں اور تکملات صفت، جب موصوف نہ ہو تو صفت کا وجود کیسے ہو سکتا ہے،

دوسرے یہ کہ اگر ہم فرض کرلیں کہ مصلحت اصلیہ کے فوت ہونے کے باوجود مصلحت تکمیلی کا حصول ممکن ہے تو مصلحت اصلیہ ہی کا اعتبار کرنا چاہیئے اس لئے کہ دونوں کے مرتبہ میں فرق ہے۔ اس اعتبار سے اصل کا حصول زیادہ بہتر ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً جان کی حفاظت اہم بنیادی ضرورت ہے اور انسانی شرافت وغیرت کی حفاظت یہ مستحسن ہے تو نجاست کی حرمت اسی انسانی شرافت ونیک نفسی کی حفاظت کے لئے تاکہ لوگوں میں اچھی عادتیں پیدا ہوں تو اب اگر جان بچانے کے لئے نجاست کے استعمال کی ضرورت پڑ جائے تو اس کو استعمال کرکے جان بچالینا زیادہ بہتر ہے، اسی طرح اصل بیع ضروری ہے۔ اور اس میں دھوکہ، عدم علم کا نہ ہونا اس بیع کی تکمیل ہے، تو اگر اس میں دھوکہ کی نفی کی شرط لگادی گئی ہو تو اس سے ہم بیع کو

ختم نہیں کر سکتے، اس طرح اجارہ ضروری یا حاجی ہے، اور معاوضات میں معقود علیہ کے سامنے ہونے کی شرط یہ تکمیلات میں ہے، تو چونکہ اعیان کی بیع بغیر کسی وقت کے ممکن تھا اس لئے بیع سلم کے علاوہ اور دوسرے طریقوں میں بیع معدوم کو ممنوع قرار دیا گیا۔ لیکن اجارات میں منافع کا حاضر کرنا اور سامنے ہونا ناممکن ہے، اس لئے کہ اگر یہ شرط لگادی جائے تو اجارات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ اور اجارہ کی ضرورت ہے اس لئے بغیر حضور منافع بھی اس کو جائز قرار دیا گیا باوجودیکہ یہ معاوضات میں سے ہے، یہی صورت مباشرت اور علاج وغیرہ کے وقت شرمگاہ کے کھولنے کی ہے۔ اسی طرح ظالم حکمرانوں کے ساتھ جہاد کو علماء نے جائز قرار دیا ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچے گا تو جہاد اور والی کا ضروری ہیں اس کا ثقہ و عادل ہونا اس ضرورت کی تکمیل ہے اور جب مکمل اصل ہی کو باطل کر دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاۃ جور کے ساتھ جہاد کا حکم دیا ہے اسی طرح حکمرانوں کے پیچھے نماز کا مسئلہ ہے کہ اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، کیونکہ ان کے ترک سے جماعت کا ترک لازم آتا ہے، اور جماعت شعار دین میں ہے جو مطلوب ہے۔ اور عدالت اور ثقاہت سے اس مطلوب کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور اصل مطلوب تکمیلی امور سے باطل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ارکان نماز کا پورا کرنا نماز کی اصل ضرورت کی تکمیل ہے، اب اگر یہ اصل مطلوب بغیر اس کی ادائیگی کے ادا ہو جائے، جیسا کہ مریض جو اس کی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتا ہو، کے بارے میں حکم ہے۔ یا اس کی ادائیگی میں شدید تکلیف کا اندیشہ ہو تو تکلیف اس سے دور کی جائیگی اور جس طرح بھی ممکن ہو وہ نماز پڑھ سکتا ہے، اسی طرح بہت سی شرعی چیزوں کا حکم ہے۔

وانظر فیما قالہ الغزالی فی الکتاب المستظھری فی الامام الذی لم یستجمع شروط الامامۃ واحمل علیہ نظائرہ۔

اس سلسلہ میں امام غزالی نے اپنی کتاب المستظہری کہ جس میں امامت کی تمام شرطیں نہ پائی جائیں اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اور اس کی جو نظیریں دی ہیں اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ کسی معاشرہ میں ایسا فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے کہ اس میں اسلامی احکام پر بعینہ عمل کرنا ممکن نہ ہو یا ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ کسی

معصیت سے بچنا ناممکن ہو جائے۔ تو منصوص احکام میں تخصیص اور تقیید سے اور غیر منصوص احکام میں تغیر فتاوی سے کام لیا جاسکتا ہے، ایسا اس لئے کرنا ضروری ہے کہ خود شریعت کا یہ منشا ہے کہ اس کی روح اور اس کے حدود کے احترام کو باقی رکھتے ہوئے اہل تکلیف کو حرج و مشقت سے حتی الامکان بچایا جائے، چنانچہ ایسے مواقع کے لئے شریعت نے جو اسباب تیسیر جن میں ایک عموم بلوی بھی ہے بیان کئے ہیں، اس پر فقہا نے تفصیلی گفتگو کی ہے، ابن نجیم نے الاشباہ میں اس پر بڑی مفصل اور عمدہ بحث کی ہے۔

پھر اوپر کی تفصیلات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کی احتیاجات اور اس کی حفاظت کے لحاظ سے اسلامی احکام کے مختلف مدارج ہیں اور اسلامی احکام کے نفاذ کے وقت ان کا لحاظ کیا جانا ضروری ہے، چنانچہ اسی وجہ سے ایک ہی چیز ایک وقت میں حلال اور جائز ہوتی ہے اور وہی چیز دوسرے وقت پر حرام یا مکروہ ہو جاتی ہے، اسی طرح کسی موقع پر حرام و مکروہ چیز حلال و جائز ہو جاتی ہے کہیں تو اس پر مطلقاً عمل کیا جاتا ہے اور کہیں اس میں تخصیص و تقیید سے کام لیا جاتا ہے، مثلاً کشف عورت حرام ہے۔ مگر علاج و معالجہ میں نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے، مردہ کے ساتھ اعزاز و احترام ضروری ہے لیکن فقہا نے لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورت مر جائے اور یہ گمان غالب ہو کہ اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے تو اس کا پیٹ چاک کیا جاسکتا ہے، اسی کی روشنی میں موجودہ پوسٹ مارٹم کے طریقہ پر بھی کچھ قیود کے ساتھ غور کیا جاسکتا ہے، آگے دونوں طرح کی اور بھی مثالیں آرہی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلامی شریعت میں تحلیل و تحریم کا کوئی پائیدار اصول اور مضبوط بنیاد نہیں ہے، اور یہ اضافی قدروں کی قسم کی چیز ہے جو کسی وقت بھی بدلی جاسکتی ہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہر حکم شریعت کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک مثبت دوسرا منفی یا ایک حفظ ضرورت، دوسرے نفی حرج، چنانچہ شریعت اسلامی نفاذ احکام کے وقت ہمیشہ ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتی ہے، اس لئے کہ کسی حکم میں تخصیص یا اس کا عدم نفاذ کی صورت ان نصوص کی وجہ سے اختیار کی جاتی ہے جو نفی حرج کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں تو حقیقت میں یہ کسی نص کا ترک نہیں، بلکہ موقع و محل کے لحاظ سے دوسری نص پر تعامل

ہے منصوص احکام میں تخصیص کس صورت میں کی جا سکتی ہے، اور کس حد تک جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، یہ بڑی نازک بحث ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان یہ ہے کہ اگر ضروریات اولیہ میں کوئی حرج واقع ہو تو اس کی حفاظت کا تقاضا یہ ہے کہ منصوص احکام میں تخصیص کی جائے۔ مثلاً اگر کسی انسان کی جان بچانے کے لئے اگر حرام چیز کے استعمال کی ضرورت ہو تو اس کے استعمال کی اجازت ہے۔ مالکی فقہا میں امام شاطبی کی رائے اوپر معلوم ہو چکی ہے، اس سلسلہ میں قاضی ابن عربی مالکی کا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی مخصوص مصلحت بھی تخصیص کی متقاضی ہو تو نص کی تخصیص کی جا سکتی ہے۔ مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی باحیثیت اور شریف عورت اپنے بچہ کو دودھ نہ پلائے تو اس کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، بشرطیکہ اس کا بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ پی سکتا ہو، ان کا کہنا ہے کہ قرآن کے حکم یرضعن اولادھن کے لئے یہ مصلحت مخصص قرار دی جائے گی اسی طرح الیمین علی من انکر کے سلسلہ میں ان کا خیال یہ ہے کہ اگر دونوں میں پہلے سے کچھ ربط و تعلق ہو اور دونوں کے اندر برائی سے تنفر اور دفع شر کا جذبہ موجود ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے جائیگی ورنہ نہیں، اگر یہ تخصیص نہ کی جائے اور اس کی مطلقاً اجازت دیدی جائے تو شریف اور معقول آدمیوں کو شر پسند لوگ سخت مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کر دیں گے، اور ان کا نہ جانے کتنا نقصان کر دیں گے۔

ظاہر ہے کہ جب شافعی اور مالکی نقطۂ نظر میں دفع حرج اور مصلحت مخصوصہ کے لئے نص میں تخصیص کی جا سکتی ہے، تو فساد زماں اور عموم بلوی کی صورت میں تو بدرجۂ اتم تخصیص ممکن ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی جزیہ تو نظر سے نہیں گذرا، مگر چونکہ فساد زمانہ اور عموم بلوی میں اس سے زیادہ دفع حرج اور مصلحت متقاضی ہوتی ہے کہ اس میں تخصیص کی جائے۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط نہ ہوگا کہ ان صورتوں میں بھی شافعی اور مالکی فقہا تخصیص کے قائل ہیں۔

یہ شافعی اور مالکی نقطہ نظر ہے اس سلسلہ میں حنفی نقطۂ نظر وہی ہے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے یعنی

المشقة والحرج انما يعتبر في موضع لا نص فيه (الاشباہ)

حرج و مشقت کا اعتبار اس صورت میں ہوگا جس میں کوئی نص موجود نہ ہو۔

چنانچہ حشیش حرم کے سلسلہ میں امام ابو یوسف کی رائے کو عام فقہائے احناف نے اس لئے رد کردیا ہے کہ یہ نص صریح کے خلاف ہے، یعنی حدیث میں حرم کی گھاس چرانے یا کاٹنے کی ممانعت ہے، اس لئے امام ابو حنیفہ اور امام محمد اسکی حرمت کے قائل ہیں مگر امام ابو یوسف کی رائے ہے کہ حجاج کو اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ امام ابو یوسف نے نص کے حکم کو منسوخ قرار نہیں دیا ہے بلکہ حجاج کے لئے اس میں تخصیص کردی ہے، مگر امام ابو یوسف کی رائے کی تردید کرتے ہوئے زیلعی لکھتے ہیں :۔

ولئن کان فیہ حرج فلا یعتبر انما یعتبر فی موضع لا نص فیہ واما مع النص بخلافہ فلا۔

اگر نص پر عمل کرنے میں کوئی حرج واقع ہو تو اس حرج کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ حرج و مشقت کا اعتبار اس جگہ کیا جاتا ہے جہاں کوئی نص موجود نہ ہو۔ لیکن نص کے اختلاف کے ساتھ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

اسی طرح امام سرخسی عموم بلویٰ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

انما تعتبر البلوی فیما لیس فیہ نص فاما مع وجودہ فلا معتبر (مبسوط ج ۲ ص ۲۵)

عموم بلوی کا اعتبار وہاں ہوگا، جہاں نص موجود نہ ہو، نص کی موجودگی میں اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح گوبر کی نجاست کے سلسلہ میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اسی بنیاد پر ہے کہ امام صاحب اس کو نجاست غلیظہ قرار دیتے ہیں، صاحبین نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔ صاحبین عموم بلویٰ کی بنیاد پر اسے نجاست خفیفہ قرار دیتے ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس لئے نجاست غلیظ کہا ہے کہ اس کی نجاست منصوص ہے، یعنی حدیث نبوی میں اسے رکس کہا گیا ہے، اب وہی عموم بلوی کی بات تو اس کے بارے میں فقہاء امام صاحب کی طرف سے یہ جواب دیتے ہیں کہ

والبلوی لا تعتبر فی موضع النص فان البلوی للآدمی فی بولہ کثیر

عموم بلوی نص کے مقابلے میں معتبر نہیں ہے۔ اب رہی عموم بلوی کی بات تو آدمی کے پیشاب میں یہ اور زیادہ ہوتا ہے مگر اس میں اس کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے۔

لیکن نص کی موجودگی میں عموم بلوی کی رعایت کے بارے میں بعض محققین فقہائے احناف نے پہلے مسئلہ میں امام ابو یوسف اور دوسرے مسئلہ میں صاحبین کی رائے کو امام صاحب کی رائے پر ترجیح دی ہے اور اب یہی مفتی بہ قول ہے، مثلاً اسی گوبر کی نجاست کے سلسلہ میں علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں۔

"وجویہ کہا جاتا ہے کہ گوبر کے سلسلہ میں عموم بلوی نص کی موجودگی میں امام صاحب کے یہاں معتبر نہیں اس لئے کہ انسان کو اپنے پیشاب کے سلسلہ میں زیادہ عموم بلوی پیش آتا ہے تو یہ اصول ناقابل تسلیم نہیں ہے۔"

بل تعتبر اذا تحقق بالنص النافی وھو لیس معارضتہ للنص بالرای والبلوی فی بول الانسان فی الانتفاخ کرؤس الابر فیما سواء لانھا انما تحقق باغلبیۃ عسر الانفکاک وذالک ان تحقق فی بول الانسان فکما قلنا

بلکہ عموم بلوی نص کی موجودگی میں بھی معتبر ہوگا بشرطیکہ کسی نفی حرج والی نص سے اس عموم بلوی کی تائید ہو جائے اور اس صورت میں عموم بلوی محض رائے کی وجہ سے نص سے معارض نہیں ہوگا بلکہ دوسری نص معارض ہے، اور انسان کے پیشاب کے سلسلہ میں عموم بلوی کا اس طرح لحاظ کرتے ہیں کہ سوئی کے ناکے کے برابر پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا چونکہ انتہائی دشوار ہے اس لئے ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اور اگر انسان کے پیشاب میں یہی صورت پیش آجائے گی تو گوبر کی طرح ہم اسکے بارے میں بھی وہی رائے دیں گے۔

اسی طرح حشیش حرم کے بارے میں جو لوگ ابو یوسف کی رائے کی تردید کرتے ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے شیخ سعدی آفندی عنایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

اقول فاین قولھم مواضع الضرورۃ مستثناۃ من قواعد الشرع۔

میں کہتا ہوں اگر یہی صورت ہے کہ نص کی موجودگی میں حرج و مشقت کے باوجود تخصیص ممکن نہیں ہے تو پھر ان فقہا کے اس اصول کے برتنے کا کونسا موقع آئے گا کہ ضرورت قواعد شرع سے مستثنیٰ ہے۔

اوپر کی بحث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ متقدمین اور متاخرین فقہاء میں بہت سے محققین ایسے ہیں جو عموم بلوی کی وجہ سے نص میں تخصیص کے قائل ہیں، البتہ وہ اس تخصیص و تقیید میں نفی حرج کی نصوص عام کو اپنا مستدل ٹھہراتے ہیں، خواہ کسی مخصوص نص کو وہ استدلال پیش نہ کریں مثال کے لئے اگر کسی نجس چیز کی حقیقت تبدیل ہو جائے اور اس میں عموم بلوی بھی پایا جائے تو امام محمد اس کی پاکی کا حکم دیتے ہیں، اور انہی کے قول پر فتوی ہے صاحب درمختار کے اس جزیہ۔

ویطھر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوی کتنور رش بماء نجس لا باس بالخبز فیہ۔ (ج ۱ ص ۳۲۵)

وہ ناپاک تیل جسے صابن میں ڈال کر صابن بنالیا جائے وہ پاک ہے، اسی پر عموم بلوی کی وجہ سے فتوی ہے جیسے تنور پر ناپاک پانی کے چھینٹے دیئے جائیں اور پھر اسی پر روٹی پکائی جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کی تشریح کرتے ہوئے صاحب ردالمحتار المجتبیٰ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

جعل الدھن النجس فی صابون یفتی بطھارتہ لانہ تغیر والتغیر یطھر عند محمد ویفتی بہ للبلوی۔

ناپاک تیل کے صابن میں مل جانے پر صابن کی پاکی کا فتوی دیا جائے گا کیونکہ اس میں تغیر ہو گیا ہے اور تغیر امام محمد کے یہاں پاکی کا سبب ہوتا ہے اور اس پر فتوی عموم بلوی کی وجہ سے دیا جائیگا۔

پھر آگے اس کی علت بیان کر کے اس پر بہت سے مسائل متفرع کرتے ہیں۔

ثم اعلم ان العلۃ عند محمد ھی التغیر وانقلاب الحقیقۃ وانہ یفتی بہ للبلوی ومقتضاہ عدم اختصاص ذالک الحکم بالصابون فیدخل فیہ کل ما کان فیہ تغیر وانقلاب حقیقۃ وکان فیہ بلوی عامۃ (ج ۱ ص ۳۲۵)

پھر یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ امام محمد کے نزدیک اس میں علت تغیر اور انقلاب حقیقت ہے اور اس بنا پر بلوی کی وجہ سے اسکی پاکی کا فتوی دیا جائیگا اس کلیہ کا تقاضا ہے کہ اس حکم کو صرف صابن تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ جس چیز میں تغیر اور انقلاب حقیقت پایا جائے اور اس میں عموم بلوی بھی موجود ہو تو اسکی پاکی کا حکم دیا جائے گا۔

اس میں بظاہر امام محمد نے کسی نص خاص کا ذکر نہیں کیا ہے، مگر ان کے اس استدلال میں نفی حرج کی نصوص سے مدد لی گئی ہے۔

ائمہ فقہ کی ان تفریعات کی روشنی میں موجودہ دور کے بہت سے مسائل میں اسلامی نقطۂ نظر سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اگر واقعی ضرورت متقاضی ہو تو ہم ان میں عموم بلویٰ کی بنیاد پر تخصیص و تقیید بھی کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ایک مخصوص طبقہ کے عموم بلویٰ کا لحاظ کر کے گوبر کو نجاست خفیفہ قرار دیا جا سکتا ہے جب ایک مخصوص صنعت میں عموم بلویٰ کی رعایت کی جا سکتی ہے، تو ان بے شمار مسائل کو ہم کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں جنھوں نے عموم بلویٰ نہیں بلکہ اعم بلویٰ کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ علماء کو ان مسائل کی فہرست تیار کر کے ان کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے اسلامی نقطۂ نظر سے غور کرنا چاہیئے۔ مثلاً انشورنس کمرشل انٹرسٹ، گورنمنٹ کے سودی قرضے، تجدید نسل، شادی کی تحدید، دواؤں اور دوسری استعمال کی چیزوں میں نجس چیزوں کا استعمال وغیرہ وغیرہ مگر اس سلسلہ میں چند باتیں بہر حال ملحوظ رکھنی ہوں گی۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان قیود و حدود کا لحاظ ضروری ہوگا جن کا لحاظ ہر فن کے ماہرین کسی فنی مسئلہ میں رکھتے ہیں، محض اس بنیاد پر کسی نص میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی کہ اس کے خلاف رواج عام ہوگیا،

دوسری بات جو پیش نظر رکھنی ضروری ہے وہ یہ کہ اس کا مقصد احکام شریعت کا نسخ نہ ہو بلکہ محض تخصیص و تقیید یا عارضی عدم نفاذ ہو۔

تیسری سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اس غور طلب مسئلہ میں تخصیص و تقیید کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہ گیا ہو یعنی در پیش مسئلہ کے لئے اس کے معارض نص میں اگر تخصیص نہ کی جائے تو معاشرہ کے عام افراد ضروریات اولیہ میں شدید قسم کی دقت و پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے، یا بعض فقہا کی اصطلاح میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر ضروریات اولیہ کی حفاظت میں خلل واقع ہو، یا ہو تو تخصیص کرنا صحیح ہے ورنہ نہیں، ایک مصری عالم فہمی ابو سینہ نے امام شاطبی کی تصریحات کی روشنی میں عرفی مسائل میں تخصیص پر بحث کرتے ہوئے آخر میں جو تنبیہ کی ہے اسے پیش نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے

وھذا الامر اللہ موضع احتیاط بالغ وحذر شدید اذلیس جمود متنفقۃ

نزع الناس من عاداتهم مما تنزلت به النصوص ولو كان من الامور الكمالية او الحاجية التي يمكن الخروج عنها بكثير من الطرق المشروعة

غذا کی قسم اس موقع پر انتہائی احتیاط اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ محض اس بنا پر کہ لوگوں کو ان کی عادات سے ہٹانے میں شدید قسم کی پریشانی اور دقت ہوتی ہے صریح نصوص کو چھوڑ دیا جائے یہ صحیح نہیں، خاص طور پر اگر وہ ان امور سے متعلق ہوں جو کمالی اور حاجی قسم کے ہیں جن سے نکلنے کی دوسری شرعی صورتیں ممکن ہیں۔

اگر ایسا نہ کیا جائے بلکہ اس کی عام اجازت دیدی جائے، تو اس کے نتائج انتہائی بھیانک ہوں گے۔

ولو فتحنا هذا الباب لاستباح الناس كثيراً من المحرمات واستحسنوا كثيراً من الرذائل واذن لهوت حالة المسلمين الاجتماعية الى الحضيض

اگر ہم نے یونہی بغیر تنبہ اس دروازہ کو کھولدیا تو لوگ بہت سے محرمات کو مباح بنالیں گے اور بہت سی برائیوں کو اچھا بیان قرار دے لیں گے اور اس صورت میں مسلمانوں کی اجتماعی حالت قعر مذلت میں جا پڑے گی۔

فقہ اسلامی کے اور بہت سے قواعد کلیہ ایسے ہیں جن سے عموم بلوی والے مسائل میں مدد لی جاسکتی ہے مثلاً

الضرر يزال — تکلیف زائل کی جائیگی۔

يتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام (الاشباه ص۵۹)

ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کرنا ہوگا۔

ابن نجیم ان کلیات پر بہت سے مسائل متفرع کرتے ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص ایسی جگہ پر کوئی عمارت بنالیتا ہے جس سے عام راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہے تو اسکے گرانے کا حکم دیدیا جائیگا اگر غلّہ کے بیوپاریوں کے طرز عمل سے عام لوگوں کو تکلیف ہورہی ہو تو بھاؤ مقرر کیا جا سکتا ہے یا ذخیرہ اندوزوں کا اسٹاک جبراً لیکر بازار میں فروخت کیا جا سکتا ہے ایک جاہل ڈاکٹر کو پریکٹس سے روکا جا سکتا ہے، غرض یہ کہ یہاں ان اشخاص کی ملکیت میں جس کا احترام شریعت میں

واجب ہے، اس لئے دخل اندازی کی گئی کہ اس ضرر خاص کو نقصان پہنچا کر لوگوں کو ضرر عام سے بچا لیا جائے۔ اب اگر عموم بلویٰ میں بھی یہی صورت پیدا ہو جائے تو بہر حال اس کا لحاظ کیا جائے گا۔

**تغیر زمانہ۔** اوپر ذکر آچکا ہے کہ جس طرح عموم بلویٰ سے احکام میں تغیر یا تخصیص کی جاتی ہے اسی طرح زمانہ کی تبدیلی، حالات کے بگاڑ کی وجہ سے بھی احکام میں تخصیص یا تبدیلی ہوتی رہی ہے نیز یہ بھی ذکر آچکا ہے کہ جس طرح عموم بلویٰ کے ذریعہ بنیادی احکام میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح تغیر زمانہ اور فساد زمانہ کی دست اندازی سے بھی یہ احکام باہر ہیں۔

**کن احکام میں زمانہ کے تغیر سے تبدیلی ہو سکتی ہے۔** اس بات پر تمام ہی فقہا متفق ہیں کہ ماحول کی تبدیلی اور اخلاق کی خرابی کی بنا پر وہی احکام تبدیل ہوتے ہیں، جس کی بنیاد قیاس و اجتہاد اور مصلحت پر ہے، رہے وہ اصولی احکام جن پر شریعت کی بنیاد قائم ہے اور جس کی بنیاد کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے ہی کے لئے اوامر و نواہی کا ورود ہوا ہے۔ مثلاً محرمات شرعیہ سے نکاح یا معاملات میں تراضی اور انسان کا معاملہ کرنے کے بعد اس کا پابند ہو جانا، اور بغیر عقد کے جو نقصان ہو اس کا تاوان اپنے اقرار کا اپنے ہی اوپر نافذ ہونا، تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا، اور جرائم کا انسداد کرنا، ان ذرائع کو بند کرنا جو معاشرہ میں فساد پیدا کرنے والے ہیں، حقوق کا تحفظ ہر شخص کا اپنے عمل اور اپنی غلطی کا ذمہ دار ہونا، وغیرہ بے شمار احکام ہیں جن کا قیام، اور جو ان سے مزاحم ہیں ان کا مقابلہ کرنا شریعت کا مقصد و لیں ہے، تو ایسے تمام بنیادی احکام حالات کی تبدیلی سے نہیں بدل سکتے، بلکہ یہی اصولی احکام ہیں جن کو معاشرہ کی اصلاح کے لئے شریعت نے پیش کیا ہے البتہ ان کے نفاذ کے وسائل اور حالات پر ان کے انطباق کی صورتیں زمانہ اور ماحول کی تبدیلی سے ضرور بدلتی رہتی ہیں۔ مثلاً حقوق کے تحفظ کا ذریعہ عدالت ہے، جس میں فیصلہ کا مدار تنہا ایک منصف یا جج کی رائے پر ہوتا ہے، اور اس کا فیصلہ بالکل قطعی ہوتا ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ زمانے کے حالات و مصالح اور برائیوں کے انسداد میں غایت احتیاط کی وجہ سے یہ فیصلے جوری کے سپرد کر دیئے جائیں اور عدالت کے مختلف درجے بنا دیئے جائیں، جیسا کہ آجکل ہے۔